سوال

(144)جعفی کا جابر سے سماع

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا حسین بن علی الجعفی کا عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے سماع ثابت ہے ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!
الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

جلیل القدر محترم المقام برادرم وعزیزم میاں محمد علی صاحب حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ بمع متعلقین بخیریت تام ہوں گے۔

اما بعد! آپ کا مکتوب ملا بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے یاد کیا جس کے لیے آپ کا شکریہ!

آپ نے جو حدیث شریف لکھی ہے اس کے متعلق یہ گذارش ہے کہ میں بھی ان محدثین و محققین کے زمرہ میں شامل ہوں جو اس حدیث مبارکہ کی تصیح کرتے ہیں۔ باقی اس کے متعلق جو علت بیان کی جاتی ہے وہ مرفوع ہے۔ (الحمد للہ) تفصیل درج ذیل ملاحظہ کریں گے۔

علت کے متعلق آپ نے پہلا حوالہ امام بخاری رحمة اللہ علیہ کی کتاب ''تاریخ الکبیر'' کا دیا ہے اس کے لیے گذارش ہے کہ امام بخاری رحمة اللہ علیہ نے عبارت اس طرح شروع کی ہے۔

''ویقال ہوالذی ''یعنی عبارت کے شروع میں صیغہ مجہول کو لایا گیا ہے جو تمریض پر دلالت کرتا ہے (یعنی اس طرح کہا گیا ہے) یعنی اس کا قائل (کہنے والا) نامعلوم ہے، لہذا اس سے حجت لینا درست نہیں ہوگا یہ رائے امام اعلی مقام کی اپنی ہوتی تو بیشک اس کو اہمیت و وزن حاصل ہوتا لیکن یہ قول کسی دوسرے کا ہے جس کا قائل نامعلوم ہے باقی رہی ''تاریخ الصغیر''کی عبارت تو اس میں اہل الکوفة کے الفاظ ہیں۔

حسین بن علی جعفی ''کا نام صراحتاً مذکور نہیں ہے اور ''اہل کوفة ''کا لفظ ابو اسامہ (حماد بن اسامہ) پر صادق آتا ہے اور ابو اسامہ واقعی عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے سماع نہیں کیا ہے بلکہ عبدالرحمن بن یزید بن تمیم سے اور ابو اسامہ کے عدم سماع سے یہ لازم نہیں آتا کہ حسین بن علی جعفی نے بھی ابن جابر سے نہ سنا ہو۔ امام ابن القیم ''جلاء الافہام ''میں یہ

لکھا ہے کہ اکثریت ائمہ حدیث اس طرف گئے ہیں کہ

ابواسامۃ عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے سماع نہیں کیا ہے بلکہ ابن تمیم سے کیا ہے ۔

البتہ حسین بن علی جعفی نے دونوں سے سماع کیا ہے ۔

(1): ......امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ :

((سالت محمد بن عبدالرحمن بن أخی حسین الجعفی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر فقال قدم الکوفۃ عبدالرحمن بن یزید بن تمیم و عبدالرحمن بن یزید بن جابر وذالک بدھر والذي یحدث عنہ ابواسامۃ لیس ھو ابن جابر ھو ابن تمیم))

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ ابواسامہ نے ابن جابر سے سماع نہیں کیا ہے بلکہ ابن تمیم سے باقی حسین جعفی کی ابن جابر سے سماع کی نفی اس میں نہیں ہے اور ابن جابر بھی (اس عبارت سے معلوم ہوا کہ) دومرتبہ کوفہ آئے تھے لہذا حسین جعفی کا سماع ممکن بلکہ قرین قیاس ہے ۔

(2): ......امام ابوبکر بن ابی داود فرماتے ہیں کہ :

((سمع ابواسامۃ من ابن المبارک عن ابن جابر و جمیعا یحدثان عن مکحول و ابن جابر ایضا دمشقی فلما قدم ہذا قال ان عبدالرحمن بن یزید الدمشقی حدث عن مکحول فظن ابواسامۃ انہ ابن جابر الذی روی عنہ ابن المبارک' و ابن جابر ثقۃ مامون یجمع حدیثہ و ابن تمیم ضعیف))

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ عبدالرحمن بن یزید کو ابن جابر سمجھنے میں غلطی ابواسامہ نے کی ہے نہ کہ حسین جعفی نے کی ہے ۔

(3): ......امام ابوداود السنن میں فرماتے ہیں کہ (ابن تمیم) متروک الحدیث ہے :

((حدث عنہ ابواسامۃ ہو غلط فی اسمہ قال حدثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر الشامی و کل ما جاء عن ابی اسامۃ عن عبدالرحمن بن یزید فانما ہو ابن تمیم))

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بھی صاف بتا رہی ہے کہ ابن جابر کے متعلق غلطی ابواسامہ سے ہوئی ہے اور جب بھی عبدالرحمن بن یزید سے روایت کرتا ہے تو وہ ابن تمیم متروک ہی ہوتا ہے لیکن امام ابوداود نے بھی غلطی کرنے والوں میں حسین جعفی کا نام شامل نہیں کیا ہے ۔

بہر حال ابن جابر سے سماع کا انکار اکثر ائمہ حدیث نے ابواسامہ کے لیے کیا ہے ۔

حسین جعفی کے لیے رجال کی کتب تہذیب التہذیب للحافظ ابن حجرؒ و تہذیب الکمال للحافظ ابی الحجاج المزی میں عبدالرحمن بن یزید بن جابر کے تلامذہ میں حسین بن علی جعفی کا نام جزم کے ساتھ استعمال کیا ہے اور حسین کے اساتذہ میں ابن جابر کا نام بھی ''تہذیب الکمال ''للمزی میں موجود ہے ۔ حافظ مزی عبدالرحمن بن یزید بن جابر کے متعلق فرماتے ہیں :

((روی عنہ حسین بن علی الجعفی و ابواسامۃ حماد بن اسامۃ ان کان محفوظا))

اس عبارت سے محفوظ ہوا کہ حافظ مزی حسین کی روایت ابن جابر کے متعلق جزم کے ساتھ کہی ہے لیکن حماد بن اسامہ (ابواسامہ) کے متعلق شک ظاہر کیا ہے ، اس لیے فرمایا کہ :

((ان کان محفوظا))

اس طرح ابن القیم ''جلاء الافہام '' میں امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابوحاتم کی کتاب ''الضعفاء '' پر کلام کرتے ہوئے فرمایا :

((قولہ حسین الجعفی روی عن عبدالرحمن بن یزید ابن جابر وابواسامہ یروی عن عبدالرحمن بن یزید بن تمیم فغلط فی اسم جدہ))

اس سے معلوم ہوا کہ ابن جابر سے حسین روایت کرتا ہے، لیکن ابواسامہ ابن تمیم سے روایت کرتا ہے لیکن غلطی سے اس کے دادے کا نام ''تمیم'' کے بجائے جابر لیا گیا ہے۔

یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابن ابی حام کتاب العلل میں فرماتے ہیں کہ :

((سمعت ابی یقول عبدالرحمن بن یزید بن جابر لا اعلم احدا من اھل العراق یحدث عنہ والذي عندي ان للذي یروي عنہ ابواسامہ وھو حسین الجعفی واحد وھو عبدالرحمن بن یزید بن تمیم لان اباسامہ یروي عن عبدالرحمن بن یزید عن القاسم عن ابی امامة خمسة احادیث او ستة احادیث منکرة لا یحتمل ان یحدث عبدالرحمن بن یزید بن جابر مثلہ ولا اعلم احدا من اھل الشام روي ابن جابر من ھذہ الاحادیث شیئا واما حسین الجعفی فانہ یروي عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث عن اوس بن اوس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم الجمعة انہ قال افضل الایام یوم الجمعة فیہ الصعقة وفیہ النفخة وفیہ کذا وھو حدیث منکر لا اعلم احدا رواہ غیر الحسین الجعفی واما عبدالرحمن بن یزید بن تمیم فھو ضعیف الحدیث وعبدالرحمن بن یزید بن جابر ثقة ثم کلامہ)) علل الحدیث جلد ۱ صفحہ ۱۹۷.

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحاتم نے حسین جعفی کی ابن جابر سے سماع کے انکار پر کوئی ٹھوس ثبوت نہیں پش کیا ہے جو پانچ چھ حدیثیں ذکر کی گئی ہیں وہ ابواسامہ کے واسطے سے نہیں آخر اس میں حسین جعفی کا کیا قصور؟ کرے کوئی بھرے کوئی یہ کہاں کا انصاف ہے ؟

کیا حسین جعفی کا اہل عراق میں سے ہونا ہی اس پر دلیل ہے کہ وہ ابن جابر سے روایت نہیں کرتا؟ خود سوچیں کہ یہ تو کوئی دلیل نہیں ہے ابواسامہ سے واقعتاً کچھ غلطیاں ہوئی ہیں لیکن حسین جعفی کی اس قسم کی غلطی کسی نے بھی بیان نہیں کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ التقریب میں ابواسامہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :

((وکان باخرہ یحدث من کتب غیرہ))

یعنی آخر عمر میں وہ دوسروں کی کتابوں سے حدیثیں بیان کرتا تھا اور یہی سبب ہے کہ اس سے چند غلطیاں صادر ہوئی اس کے برعکس حسین جعفی پر ایسا کوئی الزام نہیں ہے بلکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تہذیب التہذیب میں محمد بن عبدالرحمن الہروی سے نقل کیا ہے کہ :

((مارایت اتقن منہ))التہذیب : صفحہ ۳۰۸ جلد ۲ طبع نشر السنۃ لاہور

یعنی حسین جعفی سے بڑھ کر زیادہ متقن (مضبوط حافظہ والا) میں نے نہیں دیکھا۔

لہذا ایسے متقن اور ثقہ راوی کے بارے میں بغیر دلیل کہ سوء ظن رکھنا کہ وہ ابن جابر اور ابن تمیم کے درمیان فرق نہ کر سکا بڑی بے انصافی ہے۔ باقی ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ ''یہ حدیث (اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی) منکر ہے میں نہیں مانتا کہ حسین الجعفی کے بغیر کسی نے اس روایت کو بیان کیا ہو۔''

یہ بھی عجیب ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، کیونکہ دوسرے کسی نے یہ روایت نہیں کی ہے کسی دوسرے کا یہ روایت کرنا کوئی نکارت کی علت نہیں بن سکتی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح میں پہلی روایت (انما الاعمال بالنیات) بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بغیر کسی دوسرے سے وارد نہیں ہے اور ان سے بھی صحیح سند کے ساتھ روایت کرنے والا ایک ہی راوی ہے۔ جب کہ

اس سے بھی روایت کرنے والا ایک ہے اس کے بعد نیچے جا کر کئی شاگرد بنتے ہیں۔

کیا یہ روایت اس لیے منکر کہی جائے گی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والا اور پھر ان سے بیان کرنے والا ایک ہی راوی ہے؟ ہرگز نہیں! جب کہ حسین جعفی ثقہ اور متقن حافظہ کا مضبوط ہے اس کے اوپر جرح بھی ثابت نہیں ہے تو ایسے ثقہ کی روایت کو منکر قرار دینا سراسر ناانصافی ہے۔

علاوہ ازیں منکر قرار دینے کا سبب یہ بھی ہوتا کہ حسین جعفی اس حدیث میں کسی اوثق (اپنے سے زیادہ ثقہ) کی مخالف کی ہو، لیکن ایسا بھی نہیں ہے اور نہ ہی متن میں ایسی کوئی بات ہے جو دوسری احادیث کے مخالف ہو بلکہ متن کے تو کتنے ہی دوسرے صحیح شاہد موجود ہیں۔ جمعہ کے بارے میں جو کچھ بیان ہے اس کی مؤید سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو کہ مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن خزیمہ وغیرہم میں مذکور ہے جو معنی کے اعتبار سے اس حدیث کے متفق ہے۔

اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو مٹی وغیرہ نہیں کھاتی اس کے بھی شواہد موجود ہیں اور اس کا شاہد وہ صحیح حدیث بھی ہے کہ آپ ﷺ نے معراج کی رات دیکھا کہ موسی علیہ السلام قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں قبر میں نماز تب ہی پڑھی ہوگی، جب ان کا جسم اطہر صحیح سلامت ہوگا حضرت موسی علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کتنا بڑا وقفہ ہے وہ ہر کوئی جانتا ہے لیکن اتنے طویل بلکہ اطول عرصہ کے بعد بھی ان کا جسم مبارک صحیح سالم تھا بہر حال یہ حدیث صیح بھی اس حدیث مبارک کے اس ٹکڑے:

((ان اللہ حرم علی الأرض)) (الحدیث)

کی مؤید ہے اسی طرح آپ ﷺ کے پاس امت کے درود وسلام کا پہنچنا بھی کتنی ہی احادیث صحیحہ میں موجود ہے جن میں یہ بیان ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی کے فرشتے امت کی طرف سے بھیجے گئے صلوۃ وسلام کو پہنچاتے ہیں۔ اب بتایا جائے کہ آخر اس حدیث میں کون سا ٹکڑا منکر ہے جو دوسری احادیث صحیحہ کی مخالف میں ہے جس کی وجہ سے اس کو منکر کہا جاتا ہے۔ جب سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور متن کسی دوسرے صحیح متن کے مخالف ومنافی نہیں تب بھی اس کو منکر سمجھنا ماسوائے زوری اور دھاندلی کے اور کچھ نہیں ہے۔

امام ابوحاتم کا مقام ومرتبہ بلاشبہ بلند ہے ہم اس کے علم کے مقابلے میں جہلا کے قریب ہیں، تاہم جو بھی انسان اگرچہ وہ امامت کے مرتبہ پر فائز ہو لیکن اس سے غلطی اور سہو وخطا بہر حال ممکن ہے بلکہ وقوع پذیر ہے، لہذا بلا دلیل اور ٹھوس ثبوت کے یہ کہنا کہ یہ روایت منکر ہے ہرگز قابل قبول نہیں ہے بلکہ مردود ہے۔

خلاصہ کلام کے اس سند کے راوی حسین جعفی کا اس روایت میں غلطی سے ابن تمیم کو ابن کہنے والی بات میں صرف امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے نہیں دی ہے بلکہ ''یقال'' کہہ کر کسی غیر معلوم محدث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان کا یہ اشارہ امام ابوحاتم کی طرف ہی ہو لیکن چونکہ امام ابوحاتم الرازی کی یہ علت صحیح نہیں ہے اس لیے ان کا نام لینے کے بجائے مجہول فعل استعمال کر کے اس علت کی تمریض کی طرف اشارہ کیا ہے۔ واللہ اعلم

باقی دوسرے اکثر ائمہ حدیث جن میں امام دارقطنی جیسے معتدل امام کا بھی نام شامل ہے وہ عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے حسین بن علی الجعفی کے سماع کے قائل ہیں۔

علاوہ ازیں حسین جعفی کے سماع کے لیے یہ بھی زبردست دلیل وثبوت ہے کہ صحیح ابن حبان میں یہ حدیث مبارکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس سند کے ساتھ لائے ہیں۔

((حدثنا ابن خزیمہ حدثنا ابوکریب حدثنا حسین بن علی حدثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر الخ))

کہ اس سند میں حسین جعفی ابن جابر سے سماع کی (حدثنا) کہہ کر تصریح کر رہے ہیں۔''

لہذا عدم سماع کا قول مردود ہے ورنہ اگر ان کا سماع ابن جابر سے نہ ہوتا تو حدثنا کہنے سے یہ سیدھا سادا جھوٹ ہوا۔ حالانکہ حسین جعفی نہ جھوٹا نہ مجروح بلکہ ثقہ، متقن اور پختہ عابد راوی ہے۔ لہذا جب ایسا پختہ راوی اپنی تصریح کرتا ہے تو باقی سارے ظنون اور بے دلیل قیاسات، شکوک وشبہات ختم ہوجانے چاہئیں۔

جن لوگوں نے اس روایت میں یہ علت پیش کی ہے کہ امام علی بن المدینی حسین بن علی الجعفی سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے :

((حدثنا ابن عبدالرحمن بن یزید بن جابر سمعته یذکر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس الحدیث))

''اوران کا کہنا ہے کہ ابن جابر ابوالاشعث الصنعانی سے سماع کی تصریح نہیں کی ہے لیکن یہ علت بھی قادحہ نہیں ہے۔''

کیونکہ کتب رجال (التہذیب) وغیرہ میں ابن جابر کے اساتذہ میں ابوالاشعث الصنعانی کا نام بھی ہے۔ اور علی بن المدینی روایت سے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہواکہ ابن جابر ابوالاشعث سے عنعنہ کیا ہے اورابن جابر مدلس بھی نہیں ہے۔ لہذااس کی عنعنہ بھی سماع پر محمول ہے۔ (کمالا یخفی علی ممارس کتب اصول الحدیث)

مزید علی بن المدینی کی روایت میں بھی حسین بن علی جعفی اس جابر سے تحدث کی تصریح کی ہے یعنی امام ابن المدینی بھی امام ابن خزیمہ سے حسین جعفی کی ابن جابر سے سماع کی تصریح میں متفق ہے۔ فنعم الوفاق وجندالاتفاق اس سے بھی ثابت ہواکہ حسین جعفی کا سماع ابن جابر سے ثابت ہے۔ فالحمدللہ علی ذالک

باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں میں نماز پڑھنایازندہ ہونا۔ یہ سارابرزخی معاملہ ہے اس کو دنیا کے معاملے پرقیاس نہیں کیاجاسکتا۔ شہداء بھی توقرآنی نص کے مطابق زندہ ہیں لیکن دنیاوی زندگی ان کی بھی فی الحال ختم ہوچکی ہے۔ اسی طرح انبیاء کرام کی بھی برزخی زندگی کوتصور کرناچاہیئے۔

بہرحال وہ عالم برزخ کے معاملات ہیں ان پر جتناکتاب وسنت سے ثابت ہے ویسا ایمان رکھنا ہے کمی کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ قرآنی ارشادعالیہ ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (الاسراء:٣٦)

''اورجس چیز کاتجھے علم نہ ہواس کے پیچھے مت پڑبلاشبہ کان، آنکھ اوردل ان سب کے بارے میں پوچھاجائے گا۔''

بہرحال آپ کے سوال کاجواب راقم الحروف نےاپنے قصورعلم کے اعتراف کے باوجودجتنارب کریم نے سمجھایاعرض رکھ دیاہے۔ اس سے بڑھ کرآپ ہی سوچیں کہ میں اس میں کتناکامیاب ہوں۔

میرے لیے کوئی دوسری خدمت ہوتوحاضرہوں۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ راشدیہ

صفحہ نمبر 522

محدث فتویٰ